قومیت کا تصور

(قرآن حکیم کی روشنی میں)

محمد صغیر حسن معصومی

اسلام میں قومیت کا تصور بالکل اچھوتا ہے ۔ لغت میں لفظ قوم نسل و مذہب کے امتیاز کو ظاہر کرتا ہے ۔ پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام نے مشرکین مکہ کی ایذارسانی اور ان کے کفر و تمرد سے دل برداشتہ ہوکر ایک بار فرمایا :

اللھم اھد قومی فھم لا یعلمون ۔ اے میرے اللہ میری قوم کی راہنمائی کر کہ یہ نہیں جانتے ۔ آغاز اسلام میں شیدایان اسلام کا شمار برائے نام تھا ۔ ابھی امت مسلمہ صرف وجود میں آئی تھی اور آئندہ اس کو نسل و وطن کی عصبیت جاھلیہ سے بہت آگے بڑھ کر عالمگیر قومیت کی مثال قائم کرنی تھی ۔ اب تک توحید کا پیغام ایک ایک گروہ اور ایک ایک نسل تک محدود رہا تھا ۔ اسی طرف قرآن حکیم کا اشارہ ہے : و ان من امۃ الا خلافیھا نذیر ۔ دنیا میں آج تک کوئی ایسی امت نہیں گزری جس میں ایک راہ نما اور اللہ سے ڈرانے والا پیدا نہیں ہوا ۔ ایک دوسری آیت ہے : ولکل قوم ھاد ۔ ہر قوم یعنی نسل و گروہ کے لئے ایک ھدایت کرنے والا راھنما مقرر ہے ۔ قرآن حکیم کی آیتوں میں ہر پیغمبر کی قوم کا ذکر ہے ۔ یہاں تک کہ فرعون کی قوم کا بھی ذکر ہے ۔ البتہ یہود یا بنی اسرائیل میں ہر زمانہ میں پیغمبر آئے بلکہ ایک ھی وقت میں ایک سے زیادہ نبی یا ھادی بھی ہوئے ۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک لاکھ سے زیادہ نبیوں کو قتل کیا ۔ ان یہودیوں میں آخری پیغمبر عیسی علیہ السلام ھیں جن پر یہود ایمان نہیں لائے اور حضرت عیسیٰ کو سولی دینے کے دعویدار بن

بیٹھے ۔ حضرت عیسیٰ کے پیروکار اپنے پیغمبر کی کچھ مدد تو نہ کرسکے البتہ اپنی کوتاھی کی تلافی کی خاطر اپنے ''مقدس باپ،، کے آلہ قتل صلیب کو مقدس سمجھنے لگے اور کچھ شیدائی اس کے آگے سربسجود ھونے لگے ۔ انبیاءؑ کے قاتل یہود اور عیسائی جنھوں نے اپنے اوپر قربان ھونے والے کی ھر شئی کو الوھیت کا درجہ دے ڈالا اور ان دونوں انتہا پسند اقوام کے درمیان آتش پرست، بت پرست اور مختلف عقائد و رسوم کی پابند قومیں دنیا میں ھر طرف پھیلی ھوئی تھیں اور اپنی اپنی قومی روایات کے تحفظ کی خاطر جدوجہد میں مصروف تھیں کہ سرزمین عرب میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونما ھوئے ، اور جبل ابوقبیس کے دامن میں دین اسلام کی تبلیغ کرنے لگے آپ نے اپنے کو آخری نبی اور اسلام کو عالمگیر اور کامل دین بتاکر دنیا بھر کے لوگوں کو ایک امت اور ایک قومیت کے افراد بن جانے کی تلقین کی ۔

اسلام نے جہاں حق و باطل کے فرق کو واضح کیا اور حلال و حرام میں امتیاز سکھایا وھاں انسانیت کی اصل کی وضاحت کی، اور اس بات پر زور دیا کہ سارے لوگ ایک ھی امت کے افراد ھیں ۔ '' کان الناس امة واحدة،، ۔ اور دنیا بھر کے لوگ ایک ھی نسل اور ایک ھی خاندان بلکہ ایک ھی نفس سے پیدا ھوئے، بڑھے اور سارے عالم میں پھیل گئے ۔ جغرافیائی خصوصیتوں ، موسم کی تبدیلیوں اور آب و ھوا کے اثر سے لوگوں کے رنگ، شکل، شباھت، عادات و اطوار بود و باش کے علاوہ زبان و بیان میں بھی بوقلمونی پیدا ھوتی گئی اور اپنے اپنے مفاد و اغراض کی خاطر لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف نفرت و خصومت تعصب و تنگ نظری اور حسد و رقابت روز بروز بڑھتی گئی اور فساد و کشت و خون میں اضافہ ھوتا گیا ۔ اسلام نے ایک خدا کی عبادت اور خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر رسالت کا گرویدہ بنا کر دنیا کے لوگوں کو ایک معاشرہ ایک قوم اور ایک برادری میں منسلک ھونے کی دعوت

دی، اعلان کردیا : الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ۔ آج میں نے تمھارے دین کو مکمل کر دیا اور تم کو اپنی نعمت پوری بخشدی ۔ اور تمھارے لئے اپنی خوشی سے اسلام کو دین و عقیدہ بنایا ۔ اس اعلان کے ساتھ یہ بات واضح ھوجاتی ھے کہ اسلام کے ظہور کے بعد دنیا میں دو ھی قومیں رہ جاتی ھیں، اللہ و رسول پر ایمان رکھنے والے یعنی مسلمان اور اللہ و رسول کے نہ ماننے والے یعنی کفار و مشرکین ۔ اس اعلان کو قرآن حکیم کے الفاظ میں سن لیجئے : قل آمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علی ابراھیم و اسمعیل و اسحق و یعقوب والا سباط وما اوتی موسی و عیسی و النبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم و نحن لہ مسلمون و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ و ھو فی الاخرۃ من الخسرین (سورۃ آل عمران ۸۱ - ۸۵ -)

ترجمہ : فرمادیجئے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھم ایمان لاچکے اللہ پر اور اس پر جو ھم پر نازل کیا گیا اور اس پر جو ابراھیم و اسمعیل و اسحق و یعقوب اور اسباط پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو موسی و عیسی اور نبیوں کو ان کے پرور دگار کی طرف سے دیا گیا، ان پیغمبروں میں ھم تفریق نہیں کرتے اور ھم اپنے کو اسی پروردگار کو سونپ دینے والے ھیں اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاھتا ھے تو وہ دین اس سے ھرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ھوگا ۔

اس آیت کریمہ سے یہ عیاں ھے کہ اللہ و رسول کے ماننے والے مسلمان ایک قوم یا امت ھیں اور اللہ و رسول کو نہ ماننے والے دوسری قوم یا امت ۔ ایک قوم کے فرد بننے کے لئے ذاتی قرابت یا نسلی یگانگت کوئی معنی نہیں رکھتی ۔ اسلام نے اطاعت خداوندی کو معیار بنا کر لوگوں میں تفریق کی ھے ۔ چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ھے : لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانوا آباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیر تھم (پارہ ۲۸ المجادلۃ رکوع ۳۶)

آپ کسی قوم کو ایسا نہیں پائیں گے کہ وہ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہوں اور پھر ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کا مقابلہ کرتے ھیں اگرچہ یہ مقابلہ کرنے والے ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہوں ۔

اس دو قومیت کی بنیاد پر دنیا میں دو ھی علاقے ھوسکتے ھیں (۱) دارالسلام یا (دارالاسلام) اور (۲) دارالحرب ۔ دارالسلام کا ذکر قرآن پاک میں ھے : واللہ یدعوا الی دارالسلام و یھدی من یشاءُ الی صراط مستقیم (پارہ ۹ یونس ع ۳) یعنی اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ھے اور جس کو چاھتا ھے سیدھی راہ دکھاتا ھے ۔ دارالسلام کے مقابل کفار و مشرکین کے علاقے کو جو چاھیں کہہ لیں، دارالبوار (ھلاکت کا گھر) فساد و اعتداءٗ کا گھر یا جنگ و جدال کا گھر ۔ باقی کچھ علماءٗ نے جو دارالامن اور دارالصلح کا ذکر کیا ھے تو ظاھر ھے کہ یہ اصطلاحات وقتی طور پر استعمال کی گئیں اور اسلام کے غلبہ کے ساتھ ختم ھو گئیں ۔ پھر وہ علاقے جہاں مسلمان بستے ھیں مگر اسلام کا غلبہ نہیں ان مقامات کے لئے ظاھر ھے یہ الفاظ اپنے اصلی مفہوم کے اظہار کے لئے بولے جاتے ھیں، کیونکہ سرحدوں کا اللہ ھی حافظ ھے، کبھی ادھر کبھی ادھر، جس کا قبضہ اور تسلط بڑھا اس کے ماتحت ھوگیا ۔ آخرت سے غافل ھوکر دنیوی زندگی سے لطف اندوز ھونا کفار و مشرکین کا کام ھے، مسلمانوں کے لئے تو دنیا دارالعمل ھے، اس لئے حیات دنیوی اللہ کے لئے وقف ھونی چاھیئے ۔ لہو و لعب سے پر ''الحیوۃ الدنیا،، کا ذکر کفار و مشرکین کے ساتھ مخصوص ھے کہ معدودے چند ایام تک اللہ تعالی کی نعمتوں کا مزہ چکھ لیں تاکہ آخرت میں یہاں کے وقتی تلذذ سے انکا عذاب سخت سے سخت تر معلوم ھو ۔ الامان الحفیظ ۔

اٹھارویں صدی عیسوی سے جب یورپ کی قوموں کا غلبہ بڑھا جو قومیت اور وطنیت کے جذبے سے سرشار اور ایک دوسرے سے برسرپیکار تھیں، تو مغربی تہذیب کے ساتھ وطنیت اور قومیت کی وبا مشرقی ممالک میں بھی پھیلی اور

دیکھتے دیکھتے لوگوں کے رگ و پے میں لسانی اور جغرافیائی عصبیت سرایت کر گئی ۔ طرہ یہ کہ اس مہلک مرض کو قومی وفاداری کا تمغہ عطا کیا گیا حالانکہ اس تنگ نظری کا قلع قمع حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان سے کردیا تھا ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بعد ان کے فرماں بردار پیروکاروں سے بعید ہے کہ ایسے مہلک نظریے کے شکار ہوں ۔ آپ نے آخری حج کے موقعہ پر اعلان کردیا : کہ نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر نہ کالے کو گورے پر نہ گورے کو کالے پر، کوئی فضیلت ہے نہ برتری، تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنائے گئے ۔ اللہ تعالی کے کلام قرآن حکیم نے رنگ و نسل اور خاندان و قبیلے کے فرق کا گر بتا دیا : وجعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ۔ ہم نے تم کو مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں اس لئے بانٹ دیا ہے کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو (نسل و رنگ کوئی وجہ امتیاز نہیں) بےشک تم میں سب سے زیادہ بزرگی و شرافت والا وہ ہے جو اپنے اعمال و کردار میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے ۔

غرض اسلام نے اپنا پیغام منوانے کے بعد سارے افراد انسانی کو ایک دوسرے کا بھائی بنادیا ۔ فاصبحتم بنعمته اخوانا ۔ اللہ کی دی ہوئی نعمت (ایمان قبول کرنے) کے بعد تم سب بھائی بھائی ہوگئے، کسی کو کسی پر فوقیت نہیں، سب کے حقوق ایک دوسرے پر واجب الاحترام قرار پائے ۔ پرانے مسلمان اور نئے مسلمان، انصار اور مہاجرین، عربی بولنے والے، فارسی و ترکی بولنے والے، اردو بنگلہ بولنے والے، سندھی پشتو بولنے والے، پنجابی بلوچی بولنے والے سب کے سب مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایک دوسرے کے برابر اور آپس میں بھائی بھائی ہیں ۔ سب ایک قوم کے فرزند اور ایک قومیت میں منسلک ہیں ۔ یہ مسلمانوں کے شایان شان نہیں کہ عربی بولنے والے فارسی و ترکی بولنے والوں کو کافر یا کمتر سمجھیں کہ کافر و مشرک بھی عربی بولتے ہیں ۔

یہ سراسر دین کے خلاف ہے کہ ایک زبان کے بولنے والے کو دوسری زبان کے بولنے والے پر ترجیح و فوقیت دی جائے یا ایک پیشہ کے لوگوں کو کسی دوسرے پیشہ کے محنت کشوں کے مقابل میں زیادہ عزت کا مستحق سمجھا جائے ۔ بنابریں زبان و روایات کی بنیاد پر نسل و رنگ کے لحاظ سے اسلام کے پیروکاروں میں کوئی قومیت جنم نہیں لے سکتی ۔ شیدایان اسلام اگر کسی زبان کو فوقیت دے سکتے ہیں تو وہ قرآن حکیم کی زبان ہے اور کسی قومیت پر فخر کرسکتے ہیں تو وہ اسلامی نظریۂ حیات پر مبنی قومیت ہے ۔ جس کی بنا اخوت و مساوات اور سماجی انصاف و عدل پر ہے، اور جس کو لوگوں میں عام بنانے کے لئے اسلام نے جہاد کا حکم دیا ہے اور پیہم کوشش کرنے کی تلقین کی ہے ۔ قرون اولی میں مسلمانوں کا فریضہ تھا کہ وہ اپنے ملک وطن اور ہم قوم لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے انتھک کوشش میں لگے رہیں ۔ تاریخ شاهد ہے کہ ایک طرف سترہ سالہ سپہ سالار محمد بن قاسم سندھ پر علم اسلام بلند کرتا ہے اور مسلمان قیدی عورتوں کو دشمنوں کے چنگل سے چھڑاتا ہے، تو دوسری جانب ستر سالہ جرنیل موسی بن نصیر مردانہ وار بحر اطلانتک میں گھوڑے ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں ''اے آسمان اور اے بحر بیکراں تم دونوں گواہ رہو اگر آگے کوئی خطۂ زمین میرے علم میں ہوتا تو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے وہاں بھی پہنچنے کی کوشش کرتا اور آگے بڑھنے سے باز نہ آتا'' ۔

غرض اسلام کے نام لیوا اپنے دین اور اپنی قوم پر ہمیشہ نثار ہوتے رہے ہیں اور کبھی اپنے ملک و ملت کی خدمت کرنے یا کوشش پیہم اور عمل خیر سے دست بردار یا کنارہ کش نہیں ہوئے ۔ ولا تھنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین ۔ ہرگز ہرگز افسردہ اور غمزدہ نہ بنو سستی و کمزوری نہ دکھاؤ تم ہی غالب رہوگے بشرطیکہ تم ایمان پر قائم رہے ۔